بسم اللہ الرحمن الرحیم

# موجودہ بحران......اسباب اور علاج

## (ملکی صورت حال سے متعلق ممتاز علمائے کرام کی تجاویز وسفارشات پر مشتمل ایک رہنما تحریر)

الحمدلله رب العالمين، والصلوة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وأصحابه أجمعين، وعلى كل من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

آج کل وطنِ عزیز تہہ درتہہ بحرانوں کے جس سنگین دور سے گزر رہا ہے، اس کی کوئی مثال ملک کی ساٹھ سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ یوں تو اس وقت ہمارے ملک میں پیچیدہ مسائل کا ایک انبار لگا ہوا ہے، آٹے سے لے کر پانی بجلی تک کی قلت، ہوش ربا گرانی، بڑھتی ہوئی بے روزگاری، چوری ڈاکوں کی کثرت اور نہ جانے کتنے مسائل ہیں جنہوں نے ایک عام آدمی کا جینا دوبھر کر رکھا ہے، اور خاص طور پر ایک غریب آدمی کے لئے جسم اور جان کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے، لیکن ان تمام مسائل میں دو چیزوں نے کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ ایک ملک کا سیاسی عدم استحکام ہے جس کی وجہ سے روشنی کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آ رہی، اور دوسرے شمالی علاقوں میں خود اپنے باشندوں کے خلاف اندھا دھند فوجی کارروائیاں ہیں جن کی شدت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور جس نے ملک میں خانہ جنگی کی سی فضا پیدا کر دی ہے۔ اسی کے نتیجے میں بم دھماکوں اور خودکش حملوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں تقریباً ہر ہفتے کہیں نہ کہیں درجنوں افراد کی ہلاکت سینکڑوں خاندانوں کو اُجاڑ چکی ہے اور یہ سلسلہ کسی حد تک رکتا نظر نہیں آ رہا۔

ایسے پُرآشوب حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ملک کے وجود بقاء کی خاطر ہر شخص اپنی ذات سے بلند ہو کر سوچے، ملک کے تمام طبقات، تنظیمیں اور جماعتیں اپنے اختلافات کو پسِ پشت ڈالیں اور ملک کو مل جل کر اس گرداب سے نکالنے کی کوشش کریں۔ خاص طور سے حکومت پر یہ ذمہ داری سب سے پہلے عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی انا کو پس پشت ڈال کر انصاف، خود احتسابی اور دیانت داری سے اس بات کا جائزہ لے کہ وہ کون سی پالیسیاں ہیں جو اس صورت حال کا سبب بنی ہیں، ہم پوری دلسوزی اور دردمندی سے حکومت کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ملک وملت کی بقا کی خاطر مندرجہ ذیل باتوں پر غور کریں:

یوں تو ہماری بیشتر حکومتیں امریکہ کے زیرِ اثر رہی ہیں، لیکن ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد ہماری حکومت نے امریکہ کا بالکل تابع مہمل بن کر جس طرح اپنے آپ کو امریکہ کی بھینٹ چڑھایا، اور امریکی مفادات کی جنگ کو اپنے ملک میں لاکر جس بے دردی سے قومی مفادات کا خون کیا، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ہماری افواج کو امریکہ کی رضامندی کی خاطر خود اپنے ہم وطنوں کے خلاف آپریشن میں استعمال کیا گیا۔ امریکہ اور بھارت کے مقابلے میں بزدلی دکھائی گئی اور تمام تر بہادری کا مظاہرہ وانا، وزیرستان، سوات، بلوچستان اور لال مسجد کے نہتوں پر کیا گیا، اور خواتین کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں نے جامعہ حفصہ کی سینکڑوں خواتین و طالبات کا قتلِ عام کرکے واشنگٹن کی شاباش حاصل کی۔

دوسری طرف ''روشن خیالی'' اور ''اعتدال پسندی'' کی آڑ میں ملک کو بے دینی کی طرف لے جانے کی کوششیں پورے اہتمام کے ساتھ جاری ہوئیں، نظام تعلیم کو اپنے قومی مقاصد اور مصالح کی بجائے غیروں کے لئے خوش نما بنانے کی خاطر نصاب میں تبدیلیاں کی گئیں، حدود کے قوانین میں عورتوں کے حقوق کے نام پر سراسر بے جواز ترمیمات کی گئیں جن کا نہ صرف یہ کہ عورتوں کے حقوق سے تعلق نہ تھا، بلکہ وہ ان کے لئے مزید بے انصافی پر مشتمل تھیں۔ عریانی و فحاشی کو فروغ دیا گیا، فحاشی کے اڈوں کی عملاً سرپرستی کی گئی اور اسلام آباد میں مساجد کو شہید کیا گیا، روز افزوں گرانی اور بے روزگاری نے غریبوں کے لئے جینا دوبھر کردیا، ملک بھر میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا طوفان برپا ہے، جس کی بناء پر کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی جان اور مال کے بارے میں ہر وقت خطرات کا شکار نہ ہو، اور حکومت ان مسائل کو حل کرنے کے بجائے میراتھن ریس، بسنت اور رقص و سرور کو فروغ دینے میں مصروف رہی۔ عدالتوں سے انصاف حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف بن گیا، پھر عدلیہ کو انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ پامال کیا گیا اور دفتروں میں رشوت ستانی کے نتیجے میں عوام دربدر کی ٹھوکریں کھاکر بھی اپنے چھوٹے چھوٹے کام کرانے سے قاصر ہوگئے۔

ان تمام حالات کے باوجود حکومت نے اپنے طرزِ عمل سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ اس کے دربار میں عوام کے حقوق اور مطالبات کی کوئی شنوائی نہیں ہے، اور اس ملک میں پرامن اور آئینی راستے سے کوئی معقول مطالبہ منوانے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ یہاں لاقانونیت کا راج ہے، دھونس، دھاندلی لوٹ مار اور قتل و غارت گری کرنے والے دندناتے پھرتے ہیں اور قانون پر چلنے والوں کو قدم قدم پر مصائب کا سامنا ہے۔ یہاں پُرامن طریقے پر اسلام کے نفاذ کا مطالبہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جاتا ہے اور اس کے حق میں قرآن و سنت اور عقل و دانش کی کوئی دلیل نہ صرف کارگر نہیں، بلکہ مقتدر حلقے اسے توجہ سے سننے کے بھی روادار نہیں ہیں۔

بظاہر یہ وہ مجموعی حالات ہیں جنہوں نے کچھ افراد کے دل میں وہ جھنجلاہٹ پیدا کی جو خودکش حملوں کی صورت میں ظاہر ہورہی ہے۔ جہاں تک خودکش حملوں کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے، یہ بات تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہے

کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے احکام وارشادات اس بارے میں بالکل واضح ہیں، لیکن کسی دشمن سے جائز اور برحق جنگ کے دوران دشمن کو موثر زک پہنچانے کے لئے کیا کوئی خودکش حملہ کیا جاسکتا ہے؟ شرعی اور فقہی طور پر اس بارے میں دو رائے ہوسکتی ہیں اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران حقیقی ضرورت پیش آجائے اور ہدفِ بے گناہ لوگ نہ ہوں تو خودکش حملہ جائز ہے یہ اسی طرح کا خودکش حملہ ہوگا جیسے ۱۹۶۵ء میں ہندوستان کے حملے کے وقت ''چونڈہ'' کے محاذ پر پاکستانی فوج کے جوانوں کی یہ داستانیں مشہور ہیں کہ وہ جسموں سے بم باندھ کر بھارتی ٹینکوں سے ٹکرا گئے تھے اور اس کے نتیجے میں ٹینکوں کی پیش قدمی رک گئی تھی۔ چونکہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور ملک وملت کو دشمن سے بچانے کے لئے ایک جائز اور برحق جنگ کے دوران کوئی شخص ایسا اقدام کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے حسنِ نیت کی بناء پر اس کی قربانی کو قبول فرمالیں۔

لیکن یہ ساری بات اس وقت ہے جب کھلے ہوئے دشمن سے کوئی جائز اور برحق جنگ ہو رہی ہو، اس بحث کا اس صورت سے کوئی تعلق نہیں ہے جہاں خودکش حملے کا نشانہ ایسے کلمہ گو مسلمانوں کو یا ایسے غیر مسلموں کو بنایا جائے جن کے جان ودل کو اللہ تعالیٰ نے حرمت بخشی ہے۔ ایک کلمہ گو مسلمان، خواہ عملی اعتبار سے کتنا گناہ گار ہو، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس حرمت کا حامل ہے، اور قرآن وحدیث کے ارشادات نے ایسے شخص کے قتل کرنے کو ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی جان ومال کو کعبہ سے بھی زیادہ حرمت کا حامل بتایا ہے۔ بلکہ وہ خودکش حملہ جس کا نشانہ مسلمان یا مسلمان ریاست کے پرامن شہری ہوں، دوہرا گناہ ہے، ایک تو وہ دوسرے کے خلاف قتلِ عمد کا گناہ ہے اور اس کے نتیجے میں جتنے انسان ناحق قتل ہوں، وہ اتنے ہی زیادہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اور دوسرے اس صورت میں خودکشی کے حرام ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے خودکشی کا گناہ اس کے علاوہ ہے۔

لیکن مسئلہ صرف ان حملوں کی مذمت کرنے سے حل نہیں ہوگا۔ اصل سوال یہ ہے کہ یہ خودکش حملے کون کر رہا ہے؟ اور کیوں کر رہا ہے؟ ان اقدامات کی پوری مذمت کے ساتھ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ جو لوگ بھی اس قسم کے حملے کرتے ہیں، وہ یہ جان کر کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا نشانہ بنے یا نہ بنے، سب سے پہلے وہ خود موت کے منہ میں جائیں گے۔ عام حالات میں زندگی ہر شخص کو پیاری ہوتی ہے، اور کوئی بھی شخص انتہائی غیر معمولی حالات کے بغیر خود اپنے آپ کو موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتا۔

لہٰذا سوچنے کی بات یہ ہے کہ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد یکا یک کس وجہ سے اس غیر معمولی اقدام پر آمادہ ہوگئی ہے کہ نہ اسے اپنی جان کی پرواہ ہے، نہ اپنے یتیم ہونے والے بچوں، بیوہ ہونے والی بیوی اور غم زدہ خاندان کا کوئی خیال ہے اور نہ اس بات سے کوئی بحث ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دنیا اسے کیا کہے گی؟ یہ بات بھی قابل غور

ہے کہ خودکش حملوں کی یہ بہتات ہمارے ملک میں پچھلے چند سالوں ہی سے پیدا ہوئی ہے، اس سے پہلے اس کا کوئی وجود ہمارے ملک میں نہیں تھا۔ یقیناً اس کے کچھ اسباب ہیں جنہیں دور کئے بغیر محض ایسے لوگوں پر غصے سے دانت پیس کر تشدد کی فضا کو اور ہوا دینے سے یہ صورت حال ختم نہیں ہوسکتی۔ اگر واقعی ہم اس صورت حال کو ختم کر کے ملک میں امن وامان بحال کرنے میں مخلص ہیں تو ہمیں پوری حقیقت پسندی کے ساتھ اپنی پالیسیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالنی ہوگی اور جو غلط پالیسیاں اس کا سبب بنی ہیں، انہیں تبدیل کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہوگا۔

یہ خودکش حملے درحقیقت حکومت کی ان پالیسیوں کے خلاف ایک شدید جھنجھلاہٹ اور چڑچڑاہٹ ہے جو ہر طرف سے مایوس ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ لوگ ہر طرح کے پرامن راستوں سے مایوس ہوکر تشدد کے راستے پر چل پڑے ہیں، ان میں ایسے نوجوان بھی ہوں گے جن کے گھر حکومت یا امریکہ کے آپریشنوں میں ملبے کا ڈھیر بنادیئے گئے، اور جنہوں نے ان فوجی کارروائیوں میں اپنے پیاروں کو تڑپ تڑپ کر جان دیتے ہوئے دیکھا، اور اب ان کے پاس انتقام کی آگ کے سوا کچھ نہیں بچا، جو وہ خود اپنی جان دے کر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ وہ ملک دشمن طاقتیں جو پاکستان کو (خاکم بدہن) افراتفری کی نذر کر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتی ہیں، یا اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر اس ملک پر حملہ آور ہونا چاہتی ہیں، وہ بھی اس آتش گیر فضا سے فائدہ اٹھا کر ایک طرف خود بھی دھماکے کرا رہی ہیں تاکہ ہر دھماکہ انہی مشتعل افراد کی طرف منسوب کیا جاسکے، دوسرے انہوں نے ایسے جذباتی افراد کو در پردہ ابھارا ہے کہ وہ اپنا یہ مشن جاری رکھیں۔ شاید انہیں یہ باور کرایا گیا ہے کہ موجودہ حالات کی ذمہ داری جس طرح حکومت پر عائد ہوتی ہے، اسی طرح وہ شہری بھی اس کے جرائم میں برابر کے شریک ہیں جنہوں نے ایسی حکومت کی اطاعت قبول کررکھی ہے، لہٰذا ان سب پر حملہ کر کے انہیں ختم کرنا جائز ہے۔

یہ ذہنیت اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اس کے سامنے کوئی زبانی کلامی دلیل فائدہ مند نہیں ہوتی اور اس ذہنیت کا مقابلہ کرنے کے لئے جتنا زیادہ تشدد اختیار کیا جائے گا، اس کی اشتعال پذیری میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔ لہٰذا پاکستان کی سول آبادی کے خلاف ہونے والے فوجی آپریشن اس صورت حال کا حل نہیں ہیں، اس ذہنیت کے مقابلے کے لئے جوش سے زیادہ ہوش اور ہتھیار سے زیادہ ناخنِ تدبیر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ہمارے نزدیک سب سے اہم اور بنیادی بات یہ ہے کہ یہ لوگ جنہیں ''شدت پسند'' یا ''انتہا پسند'' کہا جارہا ہے، حکومت ان کو امریکی آنکھ سے دیکھنے کی بجائے پاکستانی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش کرے۔ یہ لوگ خواہ آزاد قبائل میں ہوں یا سوات اور مالاکنڈ میں یا بلوچستان میں، دراصل ہمارے ہی بھائی ہیں، ہمارے ہم وطن اور ہمارے ہم مذہب ہیں۔ یہ پاکستان کے دشمن نہیں، بلکہ وہ قبائلی علاقوں میں ہمیشہ پاکستان کی سرحدوں کے محافظ

رہے ہیں، لیکن حکومت کے پیدا کردہ حالات نے انہیں حکومت کا دشمن، اور ہر اس شخص کا دشمن بنا دیا ہے جو حکومت دشمنی میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو۔ اگر حکومت اپنی پالیسیوں میں مثبت تبدیلیاں لاسکتی ہو تو ان اسباب کو ختم کیا جاسکتا ہے جن کی بنیاد پر ان کی انتہا پسندی کو ہوا ملی ہے اور جن کی وجہ سے وہ سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

مرے طائر نفس کو نہیں ''گلستاں'' سے رنجش ملے گھر میں آب و دانہ تو یہ دام تک نہ پہنچے

اگر اس طرز فکر کی سچائی ایک مرتبہ دل میں بیٹھ جائے تو کچھ تجاویز ہیں جن پر عمل کر کے ہم موجودہ بحران سے نجات حاصل کر سکتے ہیں:

۱- ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے نام پر ہم نے جس طرح آنکھ بند کر کے امریکہ کی حکمت عملی اختیار کی ہے، اس کے بارے میں اس حقیقت کا دل سے اعتراف کیا جائے کہ وہ قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ اس پالیسی نے ہمیں دیا کچھ نہیں، بلکہ ہمارا بہت کچھ چھین لیا ہے، ہمارے اندرونی خلفشار کا بھی یہ ایک بنیادی سبب ہے، اور اسی کے نتیجے میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا وطن عزیز ہی داؤ پر لگ گیا ہے، اس پالیسی میں دینی اور زمینی حقائق کی روشنی میں وسیع تر مشاورت کے ذریعے بلا تاخیر تبدیلی لائی جائے۔

۲- شمالی علاقہ جات اور آزاد قبائل میں فوجی کارروائیاں فوری طور پر بند کر کے وہاں کی شورش کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور وہاں کے رہنماؤں سے اس پر کھلے دل کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں اور ان کے جائز مطالبات کو وہ اہمیت دی جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

۳- اس حقیقت کا ادراک کیا جائے کہ اصل میں طالبان دہشت گرد نہیں ہیں، اور نہ ان میں سب لوگ انتہا پسند اور جذباتی ہیں، ان میں ایسے عناصر موجود ہیں جن سے معقولیت کے ساتھ بات چیت ہو سکتی ہے۔

۴- شمالی علاقہ جات اور آزاد قبائل کے معتدل علماء اور خوانین خونریزی کے حق میں نہیں ہیں، لیکن ان کی بات مشتعل عناصر میں اس لئے مؤثر نہیں ہو رہی کہ حکومت کی طرف سے مسلسل خلاف اسلام پالیسیاں جاری رہی ہیں اور ان کی موجودگی میں ان معتدل علماء اور خوانین کی طرف سے عدمِ تشدد کی اپیلیں بے اثر ہیں، کیونکہ تشدد رکوانے کے لئے ان کے ہاتھ میں کوئی ایسی مثبت بات نہیں ہے جو وہ ان مشتعل عناصر کے سامنے پیش کر کے سرخ رو ہو سکیں۔ اگر حکومت لوگوں کے دلوں میں یہ اعتماد پیدا کر سکے کہ اب وہ اپنی پالیسیاں مرتب کرتے وقت واشنگٹن کی چشم و آبرو کا اشارہ دیکھنے کی بجائے ملک وملت کے مفاد پر نظر رکھے گی، اپنے ہم وطنوں کے خلاف فوجی کارروائیاں بند کرے گی اور اپنی خلاف اسلام پالیسیوں کو ختم کر دے گی، اور اس غرض کے لئے عملی اقدامات کر کے بھی دکھائے جائیں، اور انہیں مؤثر طور پر جاری رکھا جائے تو یہ معتدل عناصر، جذباتی عناصر کی ایک بڑی تعداد کو شورش سے باز رکھ سکتے ہیں۔

۵- اس حقیقی کوشش کے باوجود اگر کچھ لوگ شورش پر آمادہ رہیں تو اولاً ان کی آواز اتنی موثر نہیں رہے گی اور دوسرے معتدل حلقوں کی طرف سے ان کے خلاف کھل کر اعلانِ براءت ممکن ہوگا، اور عام تائید کے فقدان کے بعد یہ شورش خود بخود دب جائے گی۔

۶- بلوچستان کے لوگوں کے کچھ حقیقی مسائل اور مطالبات ہیں جو بڑی حد تک انصاف پر مبنی ہیں ان مطالبات کو ملک دشمنی سے تعبیر کر کے ان کے خلاف فوجی آپریشن کسی بھی طرح دانش مندی نہیں ہے، وہاں کے رہنماؤں سے ایک مرتبہ پھر سنجیدہ اور بامعنی مذاکرات کا سلسلہ شروع کر کے وہاں کی شورش پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے۔

۷- پچھلے چند روز میں صدر مملکت کی طرف سے امریکہ کے بارے میں پہلی بار کچھ ایسے جرأت مندانہ بیانات آئے ہیں جو قومی غیرت کے عین مطابق ہیں اور ان سے عوام کے دلوں کو کچھ حوصلہ ملا ہے۔ ان بیانات کو صرف لفظی بیانات کی حد تک محدود رکھنے کے بجائے ان کو آئندہ اپنی عملی پالیسی کی بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔

۸- ملک میں سیاسی استحکام اور مذکورہ بالا اقدامات کو مؤثر بنانے کے لئے قومی اتفاق رائے بھی نہایت ضروری ہے، اس اتفاق رائے کو حاصل کرنے کے لئے صدر مملکت کو پہل کرنی ہوگی، ان پر یہ فریضہ سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے کہ اپنی ذات سے بلند ہو کر تمام طبقۂ خیال کے لوگوں کو جمع کریں اور اگر اختلافات کو ختم کرنے کے لئے موجودہ سیاسی ڈھانچے میں جوہری تبدیلیاں کرنی پڑیں، انتخابات کو قابل اطمینان بنانے کے لئے سیاسی رہنماؤں کے جائز مطالبات کو تسلیم کرنا پڑے، خواہ وہ صدر صاحب کی پہلے اعلان شدہ پالیسی کے خلاف ہوں، تو ملک وملت کی سالمیت اور ملک میں سیاسی استحکام کی خاطر ان کو گوارا کریں۔

۹- سیاسی رہنماؤں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس موقع پر ملک کو بچانے کے لئے سیاسی عداوتوں کو فراموش کر کے کم سے کم نکات پر متفق ہوں، جو ملک کی بقاء کے لئے ضروری ہوں۔

۱۰- موجودہ تہہ در تہہ بحرانوں کے حل کے لئے ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ عدلیہ کو آئین کے تقاضوں کے مطابق بحال کر کے جملہ ماورائے آئین اقدامات کو منسوخ کیا جائے، ان مقاصد کے حصول کے لئے مناسب یہی ہے کہ صدر پرویز مشرف ملک وملت کی خاطر مستعفی ہو جائیں، یہ ان کے لئے ایک باوقار طریقہ ہوگا، جس کا اس منصب کے شایانِ شان راستہ یہ ہے کہ وہ آئین کے مطابق صدارت کا منصب سینٹ کے چیئرمین کے حوالے کریں، اور وہ تمام سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لے کر معینہ تاریخ کو شفاف انتخابات کرا کر اقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیں۔

ہمارا تعلق کسی سیاسی جماعت سے ہے اور نہ ہی ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا ہے، اس لئے یہ تجویز کسی مخاصمت یا کسی ذاتی یا گروہی وسیاسی مقصد پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ملک وملت اور خود صدر پرویز مشرف صاحب کی خیر خواہی پر مبنی ہے، انہوں نے

آئین سے ماورا جن اقدامات کے ذریعے صدارت کا عہدہ حاصل کیا ہے، وہ کبھی ملک میں دیرپا استحکام پیدا نہیں کرسکتے، اس کی وجہ سے انہیں جلد یا بدیر یہ عہدہ چھوڑنا ہوگا، لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی، اس کے برعکس اگر وہ رضا کارانہ طور پر ملک وملت کی خاطر یہ اقدام کریں تو ایک طرف ان کا وقار بلند کرنے کا ذریعہ بنے گا، دوسری طرف ملک موجودہ سیاسی بحران سے نکل کر پٹڑی پر آجائے گا، اور امید یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں شورش زدہ علاقوں میں بھی فوری بہتری آجائے گی، ابھی وقت ہے کہ ان خطوط پر نیک نیتی سے کام شروع کرکے ملک وملت کو اس گرداب سے نکالا جاسکتا ہے۔

اسمائے گرامی تائید کنندہ علمائے کرام: ۱- حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔ ۲- حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، ۳- حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، ۴- حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، صدر جامعہ دارالعلوم کراچی، ۵- حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، نائب صدر جامعہ دارالعلوم کراچی، ۶- حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، سرحد، ۷- پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب دامت برکاتہم، رئیس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف، سجادہ نشین، آستانہ عالیہ بھیرہ شریف۔ ۸- حضرت علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی صاحب، رئیس دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی، ۹- حضرت مولانا حافظ محمد سلفی صاحب، نائب امیر جماعت غربائے اہل حدیث۔ ۱۰- حضرت مولانا نعیم الرحمٰن صاحب، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السلفیہ پاکستان، ۱۱- حضرت مولانا عبیداللہ صاحب، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۱۲- حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۱۳- حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری صاحب، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۱۴- حضرت مولانا انوار الحق صاحب، نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ۱۵- حضرت مولانا محمود اشرف صاحب، نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی۔ ۱۶- حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب، نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی۔ ۱۷- حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی صاحب، مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا۔ ۱۸- حضرت مولانا مفتی محمد صاحب، رئیس دارالافتاء جامعۃ الرشید کراچی۔ ۱۹- حضرت مولانا غلام الرحمٰن صاحب، چیئرمین نفاذ شریعت کونسل سرحد۔ ۲۰- حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، جامعہ دارالعلوم کراچی۔ ۲۱- حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۲۲- حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔ ۲۳- حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی صاحب، امیر پاکستان شریعت کونسل۔ ۲۴- حضرت مولانا عبدالغفار صاحب، منتظم جامعہ فریدیہ وقائم مقام خطیب لال مسجد اسلام آباد۔ ۲۵- ۲۶- حضرت مولانا قاری ارشد عبید صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۲۶- حضرت مولانا محمد اکرم کاشمیری صاحب، رجسٹرار جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۲۷- حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۸- حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۹- حضرت مولانا عبدالمالک صاحب، صدر رابطۃ المدارس الاسلامیہ پاکستان۔ ۳۰- حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب، صدر جامعہ امدادیہ اسلامیہ فیصل آباد۔ ۳۱- حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب، نائب صدر جامعہ امدادیہ اسلامیہ فیصل آباد۔ ☆☆